٥٣ بڑھ کے چلاتے تھے بیدرد کہ اب آپ آئیں   جوہر تیغ شہنشاہ نجف دکھلائیں
مرنے والے نہیں جیتے جو سنائیں کھائیں   کاٹ لیں آپ کا سرتن سے تو فرصت پائیں
پسر سعد سے وعدہ ہے صلہ لینے کا   حکم ہے خیمۂ اقدس کے جلادینے کا

٥٤ شہ نے فرمایا کہ سرکاٹ لو حاضر ہوں میں   نہ تو لڑنے میں نہ مرجانے میں قاصر ہوں میں
فوج بھی اب نہیں بے یاور وناصر ہوں میں   شہر وصحرا بھی تمہارا ہے مسافر ہوں میں
لوٹ لو پھونک دو تاراج کرو بہتر ہے   کلمہ گویو[1] یہ تمہارے ہی نبی کا گھر ہے

٥٥ کئی سیدانیاں خیمے میں ہیں پردے والی   جن کا رتبہ ہے زمانے میں ہر اک پر حالی[2]
اب نہ وارث ہے کوئی سر پہ نہ کوئی والی   ان کو دیکھو کوئی رہ جائے جو خیمہ خالی
یہ نبی زادیاں بے پردہ نہ ہوئیں جس میں   ایک گوشہ ہو کہ سب بیٹھ کے روئیں جس میں

٥٦ شہ کی ان باتوں کا اعدا نے دیا جو کہ جواب   گر لکھوں اسکو تو ہوجائے جگر سنگ کا آب
قلب تھرا گیا ہرگز نہ رہی ضبط کی تاب   دیکھ کر رہ گئے گردوں کو شہ عرش جناب
اشک خالی اسے کرتے ہیں جو دل بھر آئے   آپ رونے کے لیے خیمے کے در پر آئے

٥٧ تھم کے چلائے کہ اے زینبؑ وامِ کلثوم   تم سے رخصت کو پھر آیا ہے حسینِ مظلوم
اب مرے قتل کے درپے ہے یہ سب لشکر شوم   ہاں جگا دو اسے غش ہو جو سکینہ معصوم
نہیں ملتا جو زمانے سے گزر جاتا ہے   کہہ دو عابدؑ سے کہ مرنے کو پدر جاتا ہے

٥٨ یہ صدا سن کے حرم خیمے سے مضطر دوڑے   شہ کی آواز پہ سب بے کس و بے پر دوڑے
گر پڑیں سر سے ردائیں تو کھلے سر دوڑے   بچے روتے ہوئے ماؤں کے برابر دوڑے
رو کے چلائی سکینہؑ شہ والا آؤ   میں تمہیں ڈھونڈھتی تھی دیر سے بابا آؤ

١ کلمہ پڑھنے والو۔ مسلمانو۔
٢ ظاہر۔

٥٩ آؤ اچھے مرے بابا میں تمہارے واری   دیکھو تم بن ہیں گلے تک مرے آنسو جاری
آج یہ کیا ہے کہ بھولے مری خاطر داری   ہاتھ پھیلا کے کہو آمری بیٹی پیاری
منھ چھپانے کی ہے کیا وجہ نہ شرماؤ تم   اب میں پانی بھی نہ مانگوں گی چلے آؤ تم

٦٠ دیکھ کر پردے سے یہ کہنے لگی زینبؑ زار   ابن زہرا تری مظلومی کے ہمشیر نثار
آؤ چادر سے کروں پاک میں چہرے کا غبار   شہ نے فرمایا بہن مرگئے سب مونس ویار
تم نے پالا تھا جسے ہم اسے رو آئے ہیں   علی اکبر سے جگر بند کو کھو آئے ہیں

٦١ منھ دکھائیں کسے سب سے ہے ندامت زینبؑ   گھر میں آنے کی نہیں بھائی کو مہلت زینبؑ
کھینچ لائی ہے سکینہؑ کی محبت زینبؑ   بھائی جاتا ہے دکھا دو ہمیں صورت زینبؑ
نہ تو سر کھولو نہ منھ پیٹو نہ فریاد کرو   بھول جاؤ ہمیں اللہ کو اب یاد کرو

٦٢ صبر سے خوش ہے خدا اے مری غمخوار بہن   سہل ہوجاتا ہے جو امر ہو دشوار بہن
اپنی ماں کا ہے طریقہ تمہیں درکار بہن   پھر میں کہتا ہوں سکینہؑ سے خبردار بہن
ناز پرور ہے مرے بعد الم اس پہ نہ ہو   بندے کانوں سے اتارو کہ ستم اس پہ نہ ہو

٦٣ کہیو عابدؑ سے یہ پیغام مرا بعد سلام   غش تھے تم پھر گئے دروازے تلک آ کے امام
قید میں پھنس کے نہ گھبرائیو اے گل اندام   کاٹیو صبر ورضا سے سفر کوفہ وشام
ناؤ منجدھار میں ہے شور وتلاطم جانو   ناخدا جاتا ہے گھر جانے اب اور تم جانو

٦٤ کہہ کے یہ باگ پھرائی طرف لشکر شام   پڑ گیا خیمۂ ناموس نبی میں کہرام
رن میں گھوڑے کو اڑاتے ہوئے آئے جو امامؑ   رعب سے فوج کے دل ہل گئے کانپے اندام
سر جھکے ان کے جو کامل تھے زباں دانی میں   اڑ گئے ہوش فصیحوں کے رجز خوانی میں

٦٥ تھا یہ نعرہ کہ محمدؐ کا نواسا ہوں میں   مجھ کو پہچانو کہ خالق کا شناسا ہوں میں
زخمی ہونے سے نہ مرنے سے ہراسا[1] ہوں میں   تیسرا دن ہے یہ گرمی میں کہ پیاسا ہوں میں
چین کیا چیز ہے آرام کسے کہتے ہیں   اس پہ شکوہ نہیں کچھ صبر اسے کہتے ہیں

١ ہراسا، خوف زدہ۔

۶۶	اس کا پیارا ہوں جو ہے ساقی حوض کوثر	اس کا بیٹا ہوں جو ہے فاتح باب خیبر
	اس کا فرزند ہوں کی جس نے مہم بدر[۱] کی سر	اس کا دلبر ہوں میں دی جسکو نبی نے دختر
	صاحب تخت ہوئے تیغ ملی تاج ملا	دوش احمدؐ[۲] پہ انھیں رتبۂ معراج ملا
۶۷	بے وطن ہوں نہ مسافر کو ستاؤ للہ	قتل کیوں کرتے ہو تم کون سا میرا ہے گناہ
	اب نہ یاور ہے کوئی ساتھ نہ لشکر نہ سپاہ	تم کو لازم ہے غریبوں پہ ترحم کی نگاہ
	ہاتھ آئے گا نہ انعام نہ زر پاؤ گے	یاد رکھو مرا سر کاٹ کے پچھتاؤ گے
۶۸	نہ ابھی ختم ہوئی تھی یہ مسلسل تقریر	حجت اللہ[۳] کے فرزند پہ چلنے لگے تیر
	چوم کر تیغ کے قبضے کو پکارے شبیر	لو خبردار چمکتی ہے علی کی شمشیر
	پسر فاتح صفین[۴] وحنین[۵] آتا ہے	لو صفیں باندھ کے روکو تو حسین آتا ہے
۶۹	لو کھنچی تیغ دو سر فوج پہ آفت آئی	لو ہلا قائمۂ[۶] عرش قیامت آئی
	فتح تسلیم کو آداب کو نصرت آئی	فخر سے غاشیہ برداری کو شوکت آئی
	چوم لوں پاؤں جلال اس تگ ودو میں آیا	ہاتھ جوڑے ہوئے اقبال جلو میں آیا
۷۰	آپ سیدھے جو ہوئے رخش نے بدلے تیور	دونوں آنکھیں ابل آئیں کہ ڈرے بانی شر
	تھوتھنی مل گئی سینے سے کیا دم کو چنور	مثل طاؤس اُڑا گاہ ادھر گاہ اُدھر
	دم بدم گرد نسیم سحری پھرتی تھی	جھوم کر پھرتا تھا گھوڑا کہ پری پھرتی تھی
۷۱	ابر ڈھالوں کا اٹھا تیغ دو پیکر[۷] چمکی	برق چھپتی ہے یہ چمکی تو برابر چمکی
	سوے پستی کبھی کوندی کبھی سر پر چمکی	کبھی انبوہ کے اندر کبھی باہر چمکی
	جس طرف آئی وہ ناگن اسے ڈستے دیکھا	مینھ سروں کا صف دشمن میں برستے دیکھا

۱،۴و۵ ان مقاموں میں حضرت علیؑ نے بڑے معرکے کا جہاد کیا تھا۔
۲ اشارہ ہے اس واقعے کی طرف کہ حضرت علی نے حضرت محمدؐ کے کاندھے پر کھڑے ہو کر کعبے کے بُت گرائے تھے۔
۳ خدا کا ثبوت۔ مراد حضرت علیؑ۔
۶ عرش کا پایہ۔
۷ دوہرے پھل والی تلوار۔

۷۲	دھار ایسی کہ رواں ہوتا ہے دھارا جیسے	گھاٹ وہ گھاٹ کہ دریا کا کنارا جیسے
	چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارہ جیسے	روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے
	کوندنا برق کا شمشیر کی ضو میں دیکھا	کبھی ایسا تو نہ دم خم مہ نو میں دیکھا
۷۳	اک اشارے میں برابر کوئی دو تھا کوئی چار	نہ پیادہ کوئی بچتا تھا سلامت نہ سوار
	برق گرتی تھی کہ چلتی تھی صفوں پر تلوار	غضب[۱] اللہ علیہم کے عیاں تھے آثار
	موت ہر غول کو برباد کیے جاتی تھی	آگ گھیرے ہوئے دوزخ میں لیے جاتی تھی
۷۴	تیغیں آری ہوئیں ڈھالوں کے اڑے پرکالے	بند سب بھول گئے خوف سے نیزوں والے
	جو بڑھا ہاتھ سر دست قلم کر ڈالے	تیغ کہتی تھی یہ سب ہیں مرے دیکھے بھالے
	صف پہ صف باندھ کے نیزوں کو عبث تولے ہیں	ایسے عقدے مرے ناخن نے بہت کھولے ہیں
۷۵	جب کبھی جائزہ[۲] فوج ستم لیتی ہوں	موت سے رحم نہ کرنے کی قسم لیتی ہوں
	دوزبانوں سے سدا کار قلم لیتی ہوں	چہرے کٹ چکتے ہیں لشکر کے تو دم لیتی ہوں
	برطرف ہو کے عدم کے سفری ہوتے ہیں	طبلقیں[۳] کٹتی ہیں چہرے نظری[۴] ہوتے ہیں
۷۶	وہ برش وہ چمک اس کی وہ صفائی اس کی	کسی تلوار نے تیزی نہیں پائی اس کی
	اِس کا بازو جو اُڑایا تو کلائی اُس کی	مل گئی جس کے گلے سے اجل آئی اس کی
	صورت مرگ کسی نے بھی نہ آتے دیکھا	سر پہ چمکی تو کمر سے اسے جاتے دیکھا

۱ ان پر خدا کا غضب نازل ہو۔ یہ قرآن کے سورۂ فتح کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے۔ اس میں ''اُن'' کا اشارہ منافقوں اور مشرکوں کی طرف ہے۔
۲ حاضری لینا۔ معائنہ کرنا۔ جانچ کرنا۔
۳ طبلق ۔ کاغذوں کا مٹھا، مسل، فائل، فوج کے دفتر میں ہر سپاہی کی ایک مسل یا فائل رہتی ہوگی اور جب کسی سپاہی کا نام خارج کیا جاتا ہوگا تو اس کی مسل چاک کر ڈالی جاتی ہوگی۔
۴ چہرے کٹتے ہیں، فوج کے دفتر سے نام خارج ہوتے ہیں۔

۷۷ کبھی ڈھالوں پہ گری اور کبھی تلواروں پر   پیدلوں پر کبھی آئی کبھی اسواروں پر
کبھی ترکش پہ رکھا منھ کبھی سوفاروں پر   کبھی سرکاٹ کے آپہنچی کمانداروں پر
گر کے اس غول سے اٹھی تو اس انبوہ میں تھی   کبھی دریا میں کبھی بر میں کبھی کوہ میں تھی

۷۸ کبھی چہرہ کبھی شانہ کبھی پیکر کاٹا   کبھی در آئی جگر میں تو کبھی سر کاٹا
کبھی مغفر کبھی جوشن کبھی بکتر[1] کاٹا   طول میں راکب ومرکب کو برابر کاٹا
برش تیغ کا غل قاف سے تا قاف رہا   پی گئی خون ہزاروں کا پہ منھ صاف رہا

۷۹ نہ رکی خود پہ وہ اور نہ سر پر ٹھہری   نہ کسی تیغ پہ دم بھر نہ سپر پر ٹھہری
نہ جبیں پر نہ گلے پر نہ جگر پر ٹھہری   کاٹ کر زین کو گھوڑے کی کمر پر ٹھہری
جان گھبرا کے تن دشمن دیں سے نکلی   ہاتھ بھر ڈوب کے تلوار زمیں سے نکلی

۸۰ کٹ گئی تیغ تلے جب صف دشمن آئی   یک بیک فصل فراق سرو گردن آئی
بگڑی اس طرح لڑائی کہ نہ کچھ بن آئی   تیغ کیا آئی کہ اڑتی ہوئی ناگن آئی
غل تھا بھاگو کہ یہ ہنگام ٹھہرنے کا نہیں   زہر اس کا جو چڑھے گا تو اترنے کا نہیں

۸۱ وہ چمک اس کی سروں کا وہ برسنا ہر سو   گھاٹ سے تیغ کے اک حشر بپا تھا لب جو
آب میں صورت آتش تھی جلا دینے کی خو   اور دم بڑھتا تھا پیتی تھی جو اعدا کا لہو
کبھی جوشن تو کبھی صدر کشادہ کاٹا   جب چلی ضربت سابق سے زیادہ کاٹا

۸۲ تن تنہا شہ دیں لاکھ سواروں سے لڑے   بے سپر برچھیوں والوں کی قطاروں سے لڑے
صورت شیر خدا ظلم شعاروں سے لڑے   دو سے اک لڑ نہیں سکتا یہ ہزاروں سے لڑے
گر ہو غالب تو ہزاروں پہ وہی غالب ہو   جو دل وجان علیؑ ابن ابی طالب ہو

---
۱ ایک طرح کی زرہ۔

۸۳ تیسرے فاقے میں یہ جنگ یہ حملے یہ جدال   پیاس وہ پیاس کہ نیلم تھے سراسر لب[1] لال
دھوپ وہ دھوپ کہ سوکھے ہوئے تھے تازہ نہال   لوں وہ لوں جسکی حرارت سے پگھلتے تھے جبال
سنگریزوں میں تب وتاب[2] تھی انگاروں کی   سر پہ یا دھوپ[3] تھی یا چھاؤں تھی تلواروں کی

۸۴ شیر سے تھے کبھی جنگل میں ترائی میں کبھی   ڈھال کو چہرے پہ روکا نہ لڑائی میں کبھی
تیغ حیدر نے کمی کی نہ صفائی میں کبھی   فرق آیا نہ سروتن کی جدائی میں کبھی
کسی ابرو کا بھی ایسا نہ اشارہ دیکھا   جس پہ اک بار چلی اس کو دوبارہ دیکھا

۸۵ آنکھ وہ آنکھ کہ شیروں کی جلالت جس میں   رخش وہ رخش کہ سب برق کی سرعت جس میں
تیغ وہ تیغ عیاں موت کی صورت جس میں   ہاتھ وہ ہاتھ یداللہ کی طاقت جس میں
روک لے وار جگر کیا کسی بے پیر کا ہے   زور وہ جس میں اثر فاطمہ کے شیر کا ہے

۸۶ جنگ میں پیاس کا صدمہ شہ دیں سے پوچھو   تن تنہا کی وغا لشکر کیں سے پوچھو
زلزلہ دشت پہ آفت کا زمیں سے پوچھو   ضرب شمشیر دوسر روح[4] امیں سے پوچھو
باپ اس فوج میں تنہا پسر اس لشکر میں   کربلا میں یہ تلاطم ہوا یا خیبر میں

۸۷ اسد اللہ کے صدقے شہ والا کے نثار   وہی حملے تھے وہی زور وہی تھی تلوار
فتح حیدر نے کیا جنگ میں خیبر کا حصار   مورچے فوج کے حضرت نے بھی توڑے کئی بار
کیوں نہ ہو احمدؐ مرسل کے نواسے تھے حسینؑ   فرق اتنا تھا کہ دوروز کے پیاسے تھے حسینؑ

۸۸ ہر طرف فوج میں غل تھا کہ دہائی مولا   ہم نے دیکھی ترے ہاتھوں کی صفائی مولا
الاماں خوب سزا جنگ کی پائی مولا   آپ کرتے ہیں بروں سے بھی بھلائی مولا
ہاتھ ہم باندھتے ہیں پھینک کے شمشیروں کو   بخشیے اُمت نااہل کی تقصیروں کو

---
۱ 'لال' فارسی، اردو لفظ 'لال' کا مترادف
۲ تپش اور گرمی۔ بہت شدت کی گرمی
۳ دھوپ کی تکلیف اگر دور ہوتی تھی تو تلواروں کی چھاؤں سے جو دھوپ سے بھی زیادہ روح فرسا تھی۔
۴ امانت دار فرشتہ۔ مراد جبریل جو خدائی رازوں کے امین ہیں۔